وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (شوریٰ:۴۰)

برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے، پس جس نے معاف کیا اور مصالحت کی اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

عفو کی یہ صفت پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ بڑے عزم کا کام ہے۔

وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (الشوریٰ:۴۳)

اور جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

لیکن یہی وہ چیز ہے، جو تعلقات میں بڑی بلندی اور پاکیزگی پیدا کر دیتی ہے اور اس لیے یہ ایک انتہائی اہم صفت ہے۔

دو مزید صفات کا ذکر بھی یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ایک باہمی اعتماد اور دوسرے قدر و قیمت کا احساس۔

اعتماد

اعتماد کا پورا پورا تصور ولایت کا وہ لفظ اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے جو قرآن نے مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی تعبیر کے لیے استعمال کیا ہے دراصل ولی کہتے ہی اس کو ہیں جو کاملاً قابل اعتماد ہو، جس کو آدمی اپنے تمام راز اور معاملات پورے اطمینان سے سپرد کر سکے۔ اخوت کے اس تعلق کا تقاضا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے ساتھیوں پر اعتماد کرے اور ان کو اپنے زندگی کے معاملات میں برابر کا شریک بنائے۔

قدر و قیمت کا احساس

یہ آخری چیز ہے اور اس کا مقصود صرف یہ ہے کہ آدمی اس تعلق کی اہمیت اور حیثیت سے اتنا واقف ہو کہ اس کا دل اس کی صحیح قدر و قیمت محسوس کر سکے۔ جب ہی یہ ممکن ہوگا کہ آدمی کسی قیمت پر بھی اس تعلق کا ٹوٹنا گوارا نہ کرے۔

ان بنیادی اصولوں اور صفات کی روشنی میں اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم کو تفصیلی

ہدایات دی ہیں تاکہ تعلقات کو مطلوبہ معیار پر استوار کیا جائے کچھ چیزیں منفی حیثیت رکھتی ہیں جو تعلقات کو خراب ہونے سے بچاتی ہیں۔ یعنی منہیات اور کچھ مثبت جو اس کو مزید استحکام اور محبت بخشتی ہیں، یعنی موجبات۔

سب سے اہم اور پہلی چیز جس سے روکا گیا ہے وہ حقوق میں دست درازی ہے۔

۱- حقوق میں دست درازی

ہر انسان اس کائنات میں کچھ حقوق کا مالک ہوتا ہے۔ یہ حقوق کائنات کی ان اشیاء میں بھی ہوتے ہیں جن کو انسان اپنے تصرف میں لاتا ہے اور انسانوں پر بھی جن سے وہ تعلقات قائم کرتا ہے۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس بات کی سختی سے نگہداشت کرے کہ اس کے بھائی کے، ان دو قسم کے حقوق میں سے کسی حق کو غصب کرنے کا جرم اس سے سرزد نہ ہو۔ مال یا زمین یا مادّی فوائد میں جو حق اس کے بھائی کا ہو وہ خود نہ حاصل کرے اور اس کی جان و مال عزت و آبرو اور دین کی طرف سے جو حقوق اس پر عائد ہوئے ہیں ان میں سے کوئی حق ادا ہونے سے نہ رہ جائے۔ یہی وہ حقوق ہیں جن کے بارے میں قرآن نے بے انتہا تفصیل اختیار کی ہے۔ وراثت، نکاح و طلاق اور دوسرے معاملات سے ایک ایک معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حدود عائد کر کے ان حقوق پر دست درازی سے روکا ہے۔ ان حقوق کی مزید تفصیلات احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔ پھر جہاں جہاں یہ حدود بیان ہوئی ہیں وہاں انتہائی سخت اندازِ بیان اختیار کر کے حقوق اور خوف خدا کی نصیحت کی ہے اور ان کو توڑنے کے عواقب سے آگاہ کیا ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرۃ:۲۲۹)

یہ اللہ کی حدود ہیں، پس ان سے تجاوز نہ کرو اور جو کوئی اللہ کے حدود سے تجاوز کرے وہی ظالم ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ (نساء: ۱۳، ۱۴)

یہ اللہ کی حدود ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے تو اللہ اسے ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود کو توڑے تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت دینے والا عذاب ہے۔

بارگاہِ رسالت سے مسلمانوں کے سامنے یہ بات اس طرح ارشاد فرمائی گئی:

مَنْ اِقْتَطَعَ حَقَّ اِمْرِءٍ مُّسْلِمٍ بِيَمِيْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔

بے شک اللہ نے آگ کو واجب قرار دیا اور جنت حرام کردی اس پر جس نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارا۔

وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَّسِيْراً يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِّنْ اَرَاكٍ۔

(صحابہؓ میں سے کسی نے پوچھا) اگر چہ وہ کوئی معمولی سی چیز ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں اگر چہ وہ پیلو کی ایک ناکارہ اور معمولی سی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔

ایک مرتبہ آپؐ نے ایک بڑے مؤثر انداز میں اس بات کو واضح کرتے ہوئے صحابہ سے پوچھا:

اَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ ۔ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّاتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَّيَاتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا فَضَرَبَ فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فنيت حسناتُهٗ قَبْلَ اَنْ

يُقْضىٰ مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنَ خَطَايَاهُمْ فُطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ، مشکوٰۃ: ۴۳۵)

جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عام معنوں کے لحاظ سے کہا کہ مفلس وہ ہے جو مال و متاع سے خالی ہو۔ آپؐ نے کہا: میری امت میں اصل مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ جیسے اعمال کا ذخیرہ لائے اور ساتھ ہی یہ اعمال بھی لائے کہ کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا اور کسی کو مارا، پھر ایک مظلوم کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی اور دوسرے مظلوم کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی اور فیصلہ چکانے سے پہلے اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو پھر حق داروں کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر اُسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

دنیا میں تعلقات کو خرابی سے بچانے کے لیے اور آخرت کے اس عذاب سے کے لیے حقوق کا پورا تحفظ ضروری ہے اور اس لیے رسولؐ اللہ نے خاص طور پر نصیحت کی کہ موت سے پہلے اپنے مسلمان بھائیوں سے اپنی غلطیاں معاف کرالو۔

حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں بنیادی چیز یہ ہے کہ ایک مسلمان بھائی کا جسم اور آبرو اس ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہے۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے اس چیز کو ایک مسلم کی لازمی صفات میں شمار کیا۔ فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔ (بخاری و مسلم، ترمذی وغیرہم عن عبداللہ بن عمر۔ ترجمان السنہ ۱۷۹)

مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔

۲- جسم و جان کا تحفظ

ہر انسان کے لیے سب سے عزیز اور قیمتی اس کے جسم و جان ہوتے ہیں اور وہ ایسے کو کبھی اپنا بھائی نہیں سمجھتا جو اس معاملہ میں کوئی تجاوز کرے۔ لہٰذا اس ناحق خون سے سخت ترین انداز میں روکا ہے:

وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ

غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ (النساء:۹۳)

اور جو کوئی قتل کرے مؤمن کو قصداً پس اس کے لیے جزا ہے جہنم۔ ہمیشہ اس میں رہے گا اور غضب ہو اس پر اللہ کا، اور لعنت کی اس پر اللہ نے اور تیار کیا اس کے لیے عذاب بہت بڑا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر بڑے مؤثر انداز میں آپ نے مسلمانوں پر ایک دوسرے کی جان اور مال اور آبرو کو حرام قرار دیا اور پھر کہا:

دیکھو، میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ اسی طرح ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا:

وَسِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهٗ كُفْرٌ۔ (متفق علیہ ابن مسعود۔ مشکوٰۃ)

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر۔

ہاتھ سے زیادہ زبان کا معاملہ تعلقات میں بڑا نازک ہوتا ہے۔ یہ ہزار راستوں سے فتنے پیدا کرتی ہے اور ہر فتنہ اتنا پیچیدہ کہ اس کا مداوا بھی بڑی مشکل سے ہوتا ہے۔ اس لیے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ اس کے فتنوں کے آگے بند باندھ دیا جائے۔ چنانچہ اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے ایک طرف تو زبان کے متعلق بڑی تنبیہہ کی اور دوسری طرف تعلقات کے دائرہ میں وہ ایک ایک چیز جو خرابی و فساد کا سبب بنتی ہے، اس کی نشاندہی کر دی اور اس سے روک تھام کی تدابیر کیں۔

قرآن نے مسلمانوں کو بتایا:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ (ق:۱۸)

کوئی بات نہیں نکلتی مگر اس کے پاس ایک نگراں حاضر ہوتا ہے۔

رسولؐ اللہ نے حضرت معاذ کو مختلف نصیحتیں کرتے ہوئے آخر میں اپنی زبان پکڑ کر فرمایا:

كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا تیرے اوپر لازم ہے کہ اس کو روکے رکھ۔

انھوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! کیا ہم جو کچھ بولتے ہیں اس کے بارے میں بھی قابلِ مواخذہ ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا:

ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا مُعَاذُ هَلْ يَكُبُّ النَّاسَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَوْ

عَلٰی مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ۔ (ترمذی عن معاذ بن جبل ریاض الصالحین)

تیری ماں تجھ کو روئے اے معاذ! زبان کی کترنوں کے علاوہ اور کیا چیز ہوگی جس کی بنا پر لوگ منہ کے بل یا نتھنوں کے بل آگ میں کریں گے۔

سفیان بن عبداللہ نے سوال کیا کہ اپنے بارے میں کس چیز سے سب سے زیادہ ڈروں؟ آپؐ نے اپنی زبان پکڑی اور کہا: ''اس سے۔''

۳- بدکلامی اور بُرا بھلا کہنا

زبان کا یہ استعمال کہ انسان اپنے بھائی کے منہ پر بُرا بھلا کہے یا اس سے سختی سے گفتگو کرے اور اس سے طعن و تشنیع کرے، بالکل ناجائز ہے۔ اسی طرح بُرے نام سے پکارنا بھی اس کے تحت آتا ہے جس کے بارے میں قرآن نے کہا ہے کہ:

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ

(حجرات:۱۱)

اور مت بدنام کرو ساتھ بُرے لقبوں کے۔ برا نام ہے بدکاری پیچھے ایمان کے۔

اسی طرح آپؐ نے فرمایا کہ:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ الْجُعْظَرِيُّ۔ (ابوداؤد بیہقی عن حارث بن وہیب:۴۳)

کوئی بدخواہ اور سخت گو آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا۔

اِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَلثَّرْثَارُوْنَ الْمُسْتَشْدِقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ۔

(ترمذی عن جابر جواہر رسالت)

یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے روز میرے نزدیک سب سے مبغوض اور مجھ سے سب سے زیادہ دور بکواس کرنے والے، دریدہ دہن، فوقیت جمانے والے اور علم کے جھوٹے مدعی و متکبرین ہوں گے۔

لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ۔ (ترمذی عن ابن مسعود، مشکوٰۃ ۴۱۳)

اور یہ بھی کہا کہ مومن نہ تو طعنے دینے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا نہ فحش بکنے والا، نہ زبان دراز۔

اصل چیز یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی عزت پر کوئی حملہ اُس کے سامنے نہ کرے۔

غیبت

ایک دوسرا فتنہ غیبت ہے اور یہ پہلے سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس میں انسان اپنے بھائی کو سامنے نہیں بلکہ اس کی پیٹھ پیچھے برا کہتا ہے۔ جب کہ وہ اپنے دفاع پر قادر نہیں ہوتا۔ قرآن نے غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کے کھانے سے تشبیہہ دی ہے:

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ ؕ (حجرات:۱۲)

اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کی تعریف کرتے ہوئے ایک دفعہ صحابہؓ سے سوال کیا۔ ''کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟''

صحابہؓ نے عرض کیا ''اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔'' آپؐ نے فرمایا:

قَالَ ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَهُ قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ اِغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ۔ (مسلم عن ابی ہریرہ، مشکوٰۃ ۴۱۲)

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو جو اسے ناپسند ہو۔ کہا گیا، اگر وہ برائی میرے بھائی میں موجود ہو جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تو نے اگر ایسی برائی کی جو اس میں موجود ہے تو غیبت کی اور اگر اس میں موجود نہیں ہے تو اس پر بہتان لگایا۔

مسلمان بھائی کی عزت اس کی متقاضی ہے کہ اس کا بھائی اس کی پیٹھ کے پیچھے اس کو بُرے الفاظ سے نہ یاد کرے۔

۵- چغل خوری

غیبت ہی کی ایک مخصوص شکل چغل خوری ہے۔ قرآن اس کی برائی یوں کرتا ہے:

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ﴿۱۱﴾ (القلم:۱۱)

لوگوں پر آوازے کسنے والا اور چغلیاں کھانے والا۔

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا ہے کہ چغلخور جنت میں نہ جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو خاص طور پر نصیحت کی!

لَا يُبَلِّغْنِيْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ۔ (داؤد ابن مسعود، مشکوٰۃ ص:۴۱۴)

کوئی شخص کسی کے بارے میں کوئی بات مجھے نہ پہنچائے۔ اس لیے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب تمہارے پاس آؤں تو ہر ایک کی طرف سے میرا سینہ صاف ہو۔

غیب اور چغل خوری میں زبان کے علاوہ ہاتھ پاؤں اور چشم کے ذریعہ برائی کرنا بھی آتا ہے۔

۶- عار دلانا

برائی کی ایک قبیح، فساد پیدا کرنے والی اور دلوں میں افتراق ونفرت پیدا کرنے والی چیز یہ ہے کہ مسلمان اپنے بھائیوں کو اُن کے منہ پر یا دوسروں کے سامنے ان کے گناہوں پر عار دلا کر شرمندہ کرے اور اس طرح اس کو رسوا کرے۔ اس حرکت سے دل پھٹ جاتے ہیں اس لیے کہ اس طرح کی رسوائی کوئی شخص بھی گوارا نہیں کرسکتا۔

قرآن نے کہا ہے کہ:

وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ۔ (الحجرات:۱۱)

اپنے بھائیوں کو عیب نہ لگاؤ۔

رسول اللہؐ کی ایک حدیث ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائے تو وہ نہیں مرے گا جب تک کہ اس سے یہ گناہ سرزد نہ ہو مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَّمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهٗ اس روایت کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور غریب کہا ہے۔

اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت میں جس میں آپ نے مسلمانوں کے کئی حقوق شمار کرائے، یہ بھی فرمایا ''انھیں کسی عیب و معصیت کا ہدف بنا کر شرمندہ و ذلیل نہ کرو۔

(ترمذی و مشکوٰۃ)

۷- تجسس

عیب لگا کر شرمندہ کرنے سے پہلے ایک اور برائی آئی ہے اور وہ یہ کہ آدمی اپنے بھائی کی خرابیوں کی ٹوہ لگاتا پھرے ان کا تجسس کرے اس لیے کہ جس کا تجسس کیا جائے، اسے بھی گراں گزرتا ہے اور جس کے علم میں اپنے بھائی کی برائیاں آتی ہیں۔ اس کے دل میں گرہ پڑ جاتی ہے اور چونکہ تجسس کبھی معیاری ذرائع تحقیق کی اجازت نہیں دیتا اس لیے اکثر اس کا امکان رہتا ہے کہ ادھورے ذرائع تحقیق پر اعتماد کر کے اپنے بھائی کے بارے میں بری رائے قائم کر لے اور اس طرح بدظنی جیسے برے جرم کا مرتکب ہو۔ اسی لیے قرآن نے بدظنی کے بعد فوراً مسلمانوں سے کہا:

وَلَا تَجَسَّسُوْا (الحجرات) اور عیب کی ٹوہ نہ لگاؤ۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی ہدایت کی ہے کہ:

وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّبِعْ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعُ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهٖ۔ (ترمذی عن عبداللہ بن عمر، مشکوٰۃ)

مسلمانوں کی عیب جوئی کے درپے نہ ہو اس لیے کہ جو اپنے کسی مسلم بھائی کے پوشیدہ

عیب و معصیت کے پیچھے لگتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے پوشیدہ عیب و معصیت کو طشت از بام کرنے پر تل جاتا ہے اور جس کے عیب افشا کرنے پر اللہ تل جائے تو وہ اس کو رسوا کر کے ہی چھوڑتا ہے اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر ہی کیوں نہ بیٹھ رہے۔

۸- تمسخر

زبان کی برائیوں میں سے ایک بڑی برائی جو ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے جدا کرتی ہے وہ تمسخر ہے۔ یعنی مذاق اڑانا اور اس کا ایسا بد مذاق اڑانا جس میں تحقیر شامل ہو، بلکہ یہ حقیقت ہے کہ اکثر و بیشتر تمسخر نتیجہ ہوتا ہے دوسرے کو حقیر سمجھنے کا اور اپنے کو برتر سمجھنے کا، قرآن کریم نے اس پر اس طرح متنبہ کیا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ

(حجرات:۱۱)

اے ایمان والو! نہ ٹھٹھا کرے کوئی کسی قوم سے شاید کہ وہ تم سے بہتر ہوں اور نہ کوئی عورت کسی عورت سے شاید کہ وہ بہتر ہوں ان سے۔

جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے تمسخر کرتا ہے آخرت میں اس کے انجام کی بڑی عبرت ناک سزا کی تصویر رسولؐ اللہ نے اس طرح کھینچی ہے:

اِنَّ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ بِالنَّاسِ يُفْتَحُ لِاَحَدِهِمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَابٌ مِّنَ الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ هَلُمَّ فَيُجِئُ بِكَرْبِهٖ وَغَمِّهٖ فَاِذَا جَآئَهٗ اُغْلِقَ دُوْنَهٗ ثُمَّ يُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ اٰخَرُ فَيُقَالُ لَهٗ هَلُمَّ فَيَجِئُ بِكَرْبِهٖ وَغَمِّهٖ وَاِذَا جَآءَهٗ اُغْلِقَ دُوْنَهٗ فَمَا يَزَالُ كَذَالِكَ حَتّٰى اَنَّ اَحَدَهُمْ لَيُفْتَحُ لَهُ الْبَابُ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ هَلُمَّ لَا يَاْتِيْهِ مِنَ الْيَاْسِ۔ (بیہقی عن حسن۔ جواہر رسالت ص:۱۹)

لوگوں کا مذاق اڑانے والے ہر فرد کے لیے قیامت کے دن جنت کا ایک دروازہ کھولا

جائے گا اور اسے کہا جائے گا "تشریف لائیے" وہ غم کے ساتھ آئے گا اور جیسے ہی دروازہ تک پہنچے گا اس پر دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ پھر اس پر دوسرا دروازہ کھولا جائے گا کہ "آیئے آیئے"۔ تو وہ اپنے مصائب والم کے ساتھ آئے گا۔ جونہی وہ قریب پہنچے گا۔ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا یہاں تک کہ جب کسی کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا کہ "آؤ"۔ تو وہ مایوسی کے سبب وہاں آنے اور داخل ہونے کی ہمت نہ کرے گا۔

تمسخر کی ایک شکل یہ ہے کہ دوسرے انسان کے عیوب کی نقل اتاری جائے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے کسی کی نقل اتاری تو آپؐ نے سخت ناپسند کیا اور فرمایا:

مَااُحِبُّ اَنِّیْ حُکِیَتْ اَحَدًا وَاِنَّ کَانَ لِیْ کَذَا وَ کَذَا۔

(ترمذی عن عائشہ، مشکوٰۃ ص: ۴۱۴)

میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا اگرچہ مجھے یہ اور یہ دے دیا جائے (یعنی کوئی بھی دنیوی نعمت)

۹- حقیر سمجھنا

جو چیز دل میں موجود ہوتی ہے اور ظاہری سطح پر گالی دینے، عار دلانے، چغل خوری کرنے اور غیبت کرنے اور تمسخر اڑانے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہو۔ اس کیفیت کے بعد آدمی کی جرأت اپنے بھائی کے حق میں اس قسم کی حرکات کرنے کی ہوتی ہے ورنہ جس آدمی کو انسان اپنے سے بہتر جانتا ہو اس سے کبھی اس قسم کی حرکات نہیں کر سکتا۔ اس لیے قرآن نے تمسخر سے روکتے وقت اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر انسان یہ سوچ لے کہ اس کا بھائی اس سے بہتر ہو سکتا ہے تو وہ کبھی اس کا مذاق نہ اُڑائے۔ (عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ)

ایمان اور تقویٰ کے ساتھ ایک مومن و مسلم بھائی کے لیے حقارت یا اس کو کم اور ذلیل سمجھنا کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ ہر آدمی کے عزو شرف کا معیار تقویٰ ہوتا ہے جس کا اصل فیصلہ بہر حال آخرت میں اللہ کے روبرو ہوگا۔ چنانچہ دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کو کم سمجھنے کے معنیٰ

تو یہ ہیں کہ وہ شخص ابھی ایمان کی اصل قدروں کو ہی نہیں سمجھا ہے۔ رسول اللہؐ نے ایک بڑی معنی خیز حدیث میں یہ بتاتے ہوئے کہ تقویٰ دراصل قلب میں ہے، فرمایا کہ ایک آدمی کی ہلاکت کے لیے یہ بات کافی ہے۔

بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔

(مسلم عن ابی ہریرہ، مشکوٰۃ ص: ۴۲۲)

ایک آدمی کے شریر ہونے کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔

ایک دوسری روایت میں حضورؐ نے یوں نصیحت فرمائی:

وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ۔

کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی نہ تو تذلیل کرے اور نہ تحقیر۔

ایک دفعہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا اور پھر ایک شخص کے سوال کے جواب میں تکبر کی تشریح یوں فرمائی:

بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔ (مسلم عن ابن مسعود، مشکوٰۃ ص: ۴۳۳)

تکبر سے حق رد کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

حضرت ابوہریرہؓ ایک حدیث میں تین نجات دینے والے اور تین ہلاک کر دینے والے امور بتاتے ہوئے کہتے ہیں:

وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِيَ اَشَدُّ هُنَّ۔

(بیہقی عن ابی ہریرہ، مشکوٰۃ ۴۳۲)

ایک ہلاک کر دینے والی چیز اپنے آپ کو بزرگ و برتر سمجھنا ہے اور یہ بدترین عادت ہے۔

آج کے معاشرہ میں نہ صرف اپنے رفقاء کے ساتھ بلکہ عامۃ المسلمین کے ساتھ اپنے معاملات میں تحریک کے کارکنوں کو اس پہلو سے خاص احتساب کرنا چاہیے۔

۱۰- بدظنی

بدظنی کی بیماری ایسی بیماری ہے جو باہمی تعلقات کو گھن لگا دیتی ہے اور دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ ظن، معروف معنی میں ایسے خیال کے لیے بولا جاتا ہے جو بغیر واضح شہادت یا دلائل کے قیاساً قائم کرلیا جائے جس کی پُشت پر علم نہ ہو اور اگر یہ خیال بُرا ہو تو یہ بدظنی ہے۔ جب مسلمان اپنے بھائی کے بارے میں بغیر کسی علم کے بدگمانی شروع کردے تو محبت وہاں سے رخصت ہونے لگتی ہے۔

قرآن کریم نے اس سلسلہ میں اس طرح نصیحت کی ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (حجرات:۱۲)

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہیں۔

اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو اس بارے میں یوں نصیحت کی:

اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ۔

(بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ، مشکوٰۃ ص:۴۳۷)

تم ظن سے احتراز کرو اس لیے کہ ظن بدترین جھوٹی بات ہے۔

ظن سے بچنے کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی نیت کے بارے میں کبھی کوئی بات بُری نہ کہے اور نہ سوچے۔ اس لیے کہ نیت ایسی چیز ہے جس کے بارے میں کبھی کوئی واضح علم نہیں ہوسکتا۔ یہ ہمیشہ قیاس ہی ہوگا۔ پھر اس بارے میں اگر چند باتیں پیش نظر رکھی جائیں تو اس بیماری کا بڑی آسانی سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

۱- پہلی بات یہ ہے کہ جہاں ایک طرف ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی طرف سے بدگمانی نہ کرے وہاں یہ بھی فرض ہے کہ کسی دوسرے کو اپنی طرف سے بدگمانی کا موقع نہ دے۔ حتی الوسع ایسی بات سے احتراز کرے، جو بدگمانی کا موقع فراہم کرکے دیتی ہو۔ دوسرے کو فتنہ میں نہ ڈالنا چاہیے۔ اس کی مثال خود نبی کریمؐ نے فراہم کی ہے۔

ایک دفعہ آپ اعتکاف میں بیٹھے تھے۔ رات کو ازواجِ مطہرات میں سے کوئی آپ

سے ملنے آئیں۔ آپ ان کو واپس پہنچانے چلے تو اتفاقاً راستے میں دو انصاری مل گئے وہ آپ کو عورت کے ساتھ دیکھ کر اپنی آمد کو بے موقع سمجھ کر واپس چلنے لگے۔ آپؐ نے فوراً آوازی اور فرمایا ''میری فلاں بیوی ہیں۔'' انھوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ! اگر کسی کے ساتھ بدگمانی کرنی ہوتی تو کیا آپ کے ساتھ کرتے؟''

آپ نے جواب دیا ''شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے۔''

۲- اگر باوجود کوشش کے بدگمانی پیدا ہو تو پھر اس کو کبھی دل میں نہ رکھے کیونکہ بدگمانی کو دل میں رکھنا غدر و خیانت ہے۔ بلکہ اس کو فوراً جا کر اپنے بھائی پر ظاہر کر دے تاکہ وہ اس کو دور کر سکے اور جس پر بدگمانی کا اظہار کیا جائے اس کا فرض ہے کہ وہ فوراً اس کی صفائی کر دے تاکہ دل صاف ہو جائے، چپ نہ سادھ لے ورنہ پھر اس گناہ کا بہت کچھ بوجھ اس کی طرف بھی منتقل ہو سکتا ہے۔

۱۱- بہتان

ایک مسلمان اپنے بھائی کو جان بوجھ کر مجرم ٹھہرائے یا اس کی طرف کوئی ناکردہ گناہ منسوب کرے تو یہ بہتان ہے اور یہ صاف صاف ایک قسم کا جھوٹ اور خیانت ہے۔ بہتان کی ایک اور بدتر شکل یہ ہے کہ آدمی اپنا گناہ کسی دوسرے کے سر ڈال دے۔ اس کے بارے میں قرآن نے یہ کہا ہے کہ:

وَ مَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ (نساء:۱۱۲)

جو کوئی خطا یا گناہ کرے پھر اس کی تہمت کسی گناہ پر دھرے اس نے نقصان اور کھلا گناہ اپنے سر باندھا۔

اسی طرح مسلمانوں کو بن کیے جھوٹا الزام رکھنے پر یہ کہا گیا ہے:

وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ (الاحزاب:۵۸)

اور جو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بن کیے تہمت لگا کر تکلیف پہنچاتے ہیں

انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لادا۔

ایک محبت بھرے تعلق میں اس کی گنجائش کہاں نکل سکتی ہے۔

۱۲- ضرر رسانی

ضرر یا نقصان کا لفظ بھی بڑا وسیع ہے لیکن اس کے معنیٰ دراصل یہ ہیں کہ مسلمان اس چیز کو ملحوظ رکھے کہ اس کے بھائی کو اس کی ذات سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ یہ ضرر جسمانی بھی ہوسکتا ہے اور قلبی بھی۔ چنانچہ رسولؐ اللہ نے انتہائی سخت انداز میں فرمایا ہے:

مَلْعُوْنٌ مَّنْ ضَارَّ اَوْیَمْکُرُبِہٖ (ترمذی بروایت ابی بکر الصدیق، مشکوٰۃ ص:۴۲۸)

ملعون ہے وہ شخص جو کسی مومن کو ضرر پہنچائے یا کسی کے ساتھ مکر کرے۔

اسی طرح آپ نے یہ فرمایا کہ:

مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰہ علیہ

(ابن ماجہ و ترمذی)

جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرر پہنچائے گا اور جو کسی مسلمان کو تکلیف میں مبتلا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے تکلیف میں مبتلا کرے گا۔

۱۳- دل آزاری

کوئی مسلمان اپنے بھائی کے دل کو تکلیف پہنچائے، یہ ایک ایسی چیز ہے جسے اس کے دل کو ہرگز گوارا نہ کرنا چاہیے۔ ایک بھائی کے دل کو دوسرے بھائی سے کئی چیزوں کی بناء پر تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ ان تمام موٹی موٹی باتوں کے علاوہ جن کا تفصیلی ذکر آچکا ہے، زندگی کے معاملات کی جزئیات میں افتادِ طبع اور مزاج بھی دلی تکلیف کا سبب بن سکتا ہے۔ اصولی بات یہ ہے کہ ہر مسلمان کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ اس سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جو اس کے بھائی کے دل کو ایذا پہنچائے یا جس سے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

غیبت جیسے جرم عظیم کی بنیاد بھی یہی ہے۔ چنانچہ غیبت کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کے بارے میں اس طرح ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے یا جس سے اس کو تکلیف پہنچے۔

اسی طرح رسول اللہؐ نے نصیحت کی کہ جب تین آدمی ہوں تو دو آدمی آپس میں سرگوشیاں نہ کریں یہاں تک کہ بہت سے آدمیوں میں مل جائیں۔ تب ایسا کر سکتے ہیں اور اس حکم کی جو وجہ بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ:

مِنْ اَجَلِ اَنْ یَّحْزُنَهٗ۔ (مسلم عن عبداللہ بن مسعود مشکوٰۃ ۲۲۲)

اس خوف سے کہ کہیں وہ غمگین نہ ہو۔

اگر ان آداب کی فہرست پر ایک نگاہ ڈالی جائے جو اسلام نے دیے ہیں تو یہ معلوم ہوگا کہ کسی مسلمان بھائی کے دل کو تکلیف نہ پہنچے، ایک بنیادی اصول کے طور پر کارفرما ہے مسلمان کو ایذا دینا دینی نقطۂ نظر سے اتنا برا فعل ہے کہ رسول اللہؐ نے اس سلسلے میں فرمایا:

مَنْ اٰذَی النَّاسَ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ (طبرانی عن انس بن مالک ترجمان السنہ ۱۷۲)

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

اور اس کے برعکس کسی کے دل کو خوش کرنے کی خاطر کوئی کام کرے تو اس کے بارے میں یہ فرمایا:

مَنْ قَضٰی لِاَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِیْ حَاجَةً یُرِیْدُ اَنْ یَّسُرَّهٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِیْ وَمَنْ سَرَّنِیْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰهَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔ (بیہقی عن انس، مشکوٰۃ ص:۴۲۵)

جو میری امت میں سے کسی کی حاجت پوری کرے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اسے خوش کرے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ نے اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

اور یہاں پر رسول اللہؐ کی یہ بات بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ مومن تو وہ ہے جو مجسم محبت ہو۔ جو شخص کسی سے الفت نہ رکھے اور نہ کوئی اس سے الفت رکھے تو اس میں بھلائی کی بو بھی نہیں۔ دل آزادی کی ایک معمولی صورت، ہنسی مذاق میں پریشان کرنے کی ہوتی ہے۔ یعنی ایسا مذاق جس سے واقعی دوسرا پریشان ہو جائے اور اس کے دل کو تکلیف ہو۔

ایک دفعہ آپؐ کے صحابہؓ آپؐ کے ساتھ شب میں سفر کر رہے تھے۔ جب ایک مقام پر

قافلہ ٹھیرا تو اُن میں سے ایک شخص اٹھا اور دوسرے شخص کی رسی جو وہ اپنے ساتھ لے کر سو رہا تھا اٹھالی اور اس طرح اسے پریشان کیا۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّرُوْعَ مُسْلِمًا۔

(عن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ۔ ابی داؤد، ترجمان السنہ ص: ۲۶۵)

مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ کسی مسلمان کو ہنسی مذاق میں پریشان کرے۔

اسی طرح ایک دفعہ ہتھیار چھپانے کا واقعہ ہوا تو آپؐ نے منع فرمایا:

اَنْ یَرُوعَ الْمُؤْمِنَ اَوْ اَنْ یُّؤْخَذُ مَتَاعُهٗ لَا لَعِبًا وَّلَا جِدًّا۔

(ابن عساکر عن الواقدی۔ ترجمان السنہ ۲۶۵)

کسی مومن کو ڈرایا جائے ہنسی میں یا واقعی طور پر کسی کا کوئی سامان لے لیا جائے۔

۱۴- فریب دہی

مسلمانوں کو اس بات سے بھی منع کیا گیا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو گفتگو یا معاملات میں فریب دیں۔ غلط بیانی سے کام لیں یا اسے کسی غلط بات کے پیچھے ڈال دیں۔ ایک ایسے تعلق میں جہاں ایک فریق دوسرے فریق کے ساتھ اس قسم کی حرکت کرسکتا ہے کبھی بھی ایک شخص دوسرے کا اعتبار نہیں کرسکتا اور جہاں ایک آدمی کے لیے دوسرے کی بات بھی قابل اعتبار نہ ہو وہاں لطف و محبت اور اعتماد کسی طرح بھی موجود نہیں ہوسکتا۔ احادیث میں اس چیز کو بدترین خیانت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

۱۵- حسد

حسد وہ ذلیل بیماری ہے جو اگر انسان کے دل میں راہ پالے تو پھر نہ صرف یہ کہ وہ قلبی تعلق کو ختم کر کے رکھ دیتا ہے بلکہ آدمی کا ایمان بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ حسد کی تعریف یہ ہے کہ انسان دوسرے انسان پر اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت مثلاً مال و دولت یا علم و فضل یا حسن و کمال کو پسند نہ کرے اور یہ خواہش کرے کہ اس سے یہ نعمتیں چھین لی جائیں۔ حسد میں اپنے لیے نعمت کی خواہش پر دوسرے سے چھن جانے کی خواہش غالب رہتی ہے۔

حسد کا سبب کبھی تو بغض وعناد ہوتا ہے، کبھی ذاتی فخر اور دوسرے کی کمتری کا احساس، کبھی دوسروں کو مطیع بنانے کا جذبہ اور کبھی کسی مشترکہ مقصد میں اپنی ناکامیابی اور دوسروں کی کامیابی اور کبھی صرف جاہ طلبی اس کا سبب بنتی ہے۔ حسد کے بارے میں نبیؐ کریم نے اس طرح تنبیہہ کی ہے۔

اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْ کُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ (ابوداؤد)

تم لوگ حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

اور یہ وہ چیز ہے جس سے قرآن نے ہر مسلمان کو پناہ مانگنے کی ہدایت کی ہے۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

ایک بڑی اہم ہدایت میں جس میں آپ نے ان چیزوں کو بتایا ہے جن کا ترک کرنا بھائی بھائی بننے کے لیے ضروری ہے اور جس کا ایک ٹکڑا بدظنی کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔

(اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ ...) آپؐ نے مزید جو فرمایا وہ یہ تھا۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَنَا فَسُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا۔

(عن ابی ہریرۃ، بخاری ومسلم، مشکوٰۃ ص: ۴۲۷)

کسی کے عیوب کی ٹوہ نہ لگاؤ، کسی کا تجسس نہ کرو، کسی کے تجارتی معاملہ کو نہ بگاڑو، آپس میں حسد نہ کرو۔ آپس میں بغض نہ رکھو آپس میں ایک دوسرے سے بے تعلق نہ رہو۔ آپس میں حرص نہ کرو اور خدا کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔

مشہور شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح یہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم لوگ ان منہیات کو چھوڑو گے تو بھائی بھائی ہو جاؤ گے پھر آپؐ نے اس حسد و بغض کے بارے میں یہ بھی فرمایا:

دَبَّ اِلَیْکُمْ دَآءُ الْاُمَمِ قَبْلَکُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَآءُ مِنَ

الْحَالِقَةِ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ۔

(احمد و ترمذی، مشکوٰۃ ۴۲۸)

پہلی امتوں کی بیماریاں تمھارے اندر سرایت کر گئی ہیں اور وہ بیماریاں حسد اور بغض ہیں جو مونڈ دینے والی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ دیتی ہیں بلکہ دین کا صفایا کر دیتی ہیں۔

ان چیزوں کو روکنے کے ساتھ ساتھ جو تعلقات میں خرابی و فساد کا سبب بنتی ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم کو وہ چیزیں بھی متعین کر کے بتادی ہیں جن کا اختیار کرنا تعلقات کے استحکام کا باعث ہوتا ہے۔ الفت و محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور جس کے نتیجہ میں ایک دل دوسرے دل سے اس طرح قریب آتا چلا جاتا ہے جیسے ایک ہاتھ کی دو انگلیاں۔ ان میں کچھ چیزیں ہیں جن کو ضروری قرار دیا گیا ہے یا یوں کہیے کہ وہ بطور حقوق پیش کی گئی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کے لیے ترغیب دی گئی ہے اور وہ فضائل کے درجہ میں آتی ہیں۔ مزید سیرت کی جن بنیادی صفات کی بنیاد پر قرآن اور حدیث سے ہم کو جو ہدایات ملتی ہیں جن میں سے ہر ایک کی روح تو ان ہی صفات کی ہے، ان کو علیحدہ سے سامنے رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ لطف و محبت کی فضاء کو پروان چڑھانے کے لیے ان میں سے ہر چیز اہم ہے۔

۱- عزّت و آبرو کا تحفظ

ایک انسان کے نزدیک سب سے قیمتی چیز اس کی عزت و آبرو ہوتی ہے اور اگر اس عزت کو برباد کیا جائے تو اسے وہ کسی صورت میں گوارا نہیں کرسکتا۔ چنانچہ ایک طرف جہاں مسلمانوں کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ کسی طریقے سے بھی اپنے بھائی کی عزت پر حملہ کرنے کا باعث نہ ہوں۔ وہاں اس بات کی خاص تاکید کی گئی ہے اور اسے ایک حق بتایا ہے کہ مسلمان اپنے بھائی کی عزت کا تحفظ کرے، کہیں اسے برا بھلا کہا جارہا ہو، کہیں اس پر تہمت دھری جارہی ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس کا اسی طرح مقابلہ کرے جس طرح وہ عزت پر حملہ کا مقابلہ کرتا ہے اور اس پر اسے اتنی ہی تکلیف ہو جتنی اپنی عزت خراب ہونے پر ہوتی ہے۔ اگر ایک مسلمان کو اس بات کا یقین ہو کہ اس کی عزت اس کے مسلمان بھائی کے ہاتھوں محفوظ ہے تو اس کو

اپنے بھائی سے ایک قلبی لگاؤ پیدا ہوگا لیکن اگر اس بات کا بھی یقین ہو کہ وہ اس کے سامنے اور اس کی پیٹھ کے پیچھے اس کی عزت کا اسی طرح محافظ ہے جس طرح وہ خود ہو سکتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے دل میں کتنی گہری جگہ پیدا ہو جائے گی۔ اس لیے نبی کریمؐ نے بے شمار احادیث میں اس امر کی ہدایت کی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

مَا مِنْ اِمْرَءٍ مُّسْلِمٍ يَخْذُلُ لَهٗ اِمْرَأً مُسْلِمٌ فِيْ مَوْضِعٍ يُنْتَهَكُ فِيْهِ حُرْمَتُهٗ وَيُنْقَصُ فِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيْهِ نُصْرَتَهٗ وَمَا مِنْ اِمْرَءٍ مُّسْلِمٍ يَّنْصُرُ مُسْلِمًا فِيْ مَوْضِعٍ يُّنْتَقَصُ مِنْ عِرْضِهٖ وَيُنْتَهَكُ فِيْهِ مِنْ حُرْمَتِهٖ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ فِيْ مَوْطِنٍ يُّحِبُّ فِيْهِ نُصْرَتَهٗ۔ (ابی داؤد، عن ابی جابر، مشکوٰۃ ۴۲۴۵)

جو مسلمان کسی مسلمان کی امداد و اعانت سے ایسے موقع پر بیٹھ جاتا ہے جہاں اس کی عزت کی دھجیاں اُڑائی جا رہی ہوں اور اس کی آبروریزی کی جا رہی ہو تو اللہ بھی اس نازک مرحلہ پر اس کی نصرت تنگ کر دیتا ہے جہاں وہ یہ چاہتا ہو کہ کوئی اس کی نصرت و حمایت کے لیے کھڑا ہو اور جو مسلمان کسی مسلمان کی اعانت کے لیے ایسے موقع پر کھڑا ہو جاتا ہے جہاں اس کی آبروریزی کی جا رہی ہو یا اس کی عزت خراب کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی نصرت و حمایت کرتا ہے جہاں وہ چاہتا ہو کہ کوئی اس کی مدد کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی مدد یہ ہے کہ وہ آگ سے بچائے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَرُدُّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (شرح السنہ عن ابی الدرداء، مشکوٰۃ ۴۲۴)

جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی آبروریزی سے کسی کو روکے تو اللہ پر اس کا حق ہے کہ

وہ جہنم کی آگ اس سے روک لے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی کہ:

''مسلمانوں کی مدد ہمارے اوپر ایک حق ہے۔''

آبرو ریزی کی ایک بہت عام شکل غیبت ہے جس کی تعریف گزر چکی ہے۔ اس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ:

مَنْ اُغْتِيْبَ عِنْدَهٗ اَخُوْهُ الْمُسْلِمُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ فَنَصَرَهٗ نَصَرَهُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَاِنْ لَّمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ اَدْرَكَهُ اللّٰهُ بِهٖ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

(شرح السنہ عن انس۔ مشکوٰۃ: ۴۲۳)

جس شخص کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد کرنے پر قادر ہو اور پھر اس کی مدد کرے تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کی مدد کرے گا اور مدد پر قادر ہونے کے باوجود اس کی مدد نہ کرے تو اللہ دنیا و آخرت میں اسے پکڑ لے گا۔

اپنے بھائی کو دوسروں کے شر سے محفوظ رکھنے کے سلسلے میں آپؐ نے فرمایا کہ:

مَنْ حَمٰى مُؤْمِنًا مِّنْ مُّنَافِقٍ بَعَثَ اللّٰهُ مَلَكًا يَحْمِىْ لَحْمَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ۔ (ابوداؤد عن معاذ بن انس مشکوٰۃ ۴۲۴)

جس نے کسی مومن کو منافق (کے شر) سے بچایا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک فرشتہ مقرر کرے گا جو اس کے گوشت کو قیامت کے دن جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

ایک مسلمان پر اپنے بھائی کی مدد کے سلسلے میں بے شمار حقوق عائد ہوتے ہیں۔ مثلاً: مالی مدد، مشکلات کو دور کرنا، مسائل کو حل کرنے کی کوشش اور دوسری سینکڑوں قسم کی دینی دنیوی حاجتوں کو پورا کرنا۔ یہ تمام چیزیں قانون کے دائرے سے باہر احسان کے دائرہ سے تعلق رکھتی ہیں، جو اگرچہ ضروری ہیں اور جن کے بارے میں آخرت میں جواب دہی ہوگی۔ لیکن ان کے بارے میں قانون سازی ممکن نہیں۔ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا پیٹ بھر سکتا ہے یا اس کے ننگے بدن کو ڈھانپ سکتا ہو یا اس کی مشکل و مصیبت کو دور کرنے میں مدد کر سکتا ہے جس میں وہ گرفتار ہو یا اس کی حاجت روائی کر سکتا ہو یا وہ اس کی مالی و معاشی الجھن دور کر سکتا ہو تو یہ اس کے

بھائی کا اس پر حق ہے کہ وہ ایسا کرے ورنہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان میں سے ایک ایک چیز کو اپنا حق بتاتے ہوئے جواب طلب کرے گا کہ تم نے یہ حق کیوں نہ ادا کیا۔ زبان رسالت نے انتہائی موثر انداز میں یہ بتایا کہ خدا کہے گا کہ اے بندے میں بھوکا تھا تو نے مجھ کو کھانا کیوں نہ کھلایا؟ میں ننگا تھا تو نے مجھے کپڑا کیوں نہ دیا؟ میں مریض تھا تو نے میری عیادت کیوں نہ کی؟'' اور بندہ کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ اللہ کے کسی بندے اور اپنے کسی مسلمان کی مدد یا حاجت روائی اتنی بڑی نیکی ہے کہ کم نیکیاں اتنے بڑے درجہ کو پہنچ سکتی ہیں۔ اس کی اصل اسپرٹ یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا طریقہ ہو جس سے ایک مسلمان اپنے بھائی کو آرام پہنچا سکتا ہو یا اس کے دل کو خوش کر سکتا ہو، اس میں دریغ نہ کرے۔

جب تک ایک آدمی اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے تو وہ اللہ کی مدد کا مستحق رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ عَبْدِهٖ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ۔

(مسلم، ترمذی، عن ابی ہریرہ جواہر رسالت ص: ۴۲)

اللہ اپنے بندہ کی مدد میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

اسی حدیث میں کچھ پہلے نبی کریمؐ اعانت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے ہر ایک کا اجر اس طرح سناتے ہیں:

مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُّؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَّسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَّسَّرَا اللّٰهُ عَلَيْهِ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (مسلم عن ابی ہریرہ، جواہر رسالت ص: ۳۲)

جس نے کسی مومن کی کوئی مشکل دنیاوی مشکلات میں سے دور کر دی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مشکلات میں سے اس کی ایک مشکل دور کر دے گا۔ جس نے کسی تنگ آدمی کو سہولت بخشی اللہ اس کو دنیا و آخرت میں سہولت بخشے گا۔ اور جس نے کسی

مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

اس سلسلہ میں کچھ باتیں آپؐ نے ایک دوسری حدیث میں اس طرح بیان کیں:

اَلْمُسْلِمُ اَخُوا لْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسَلِّمُهُ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

(بخاری و مسلم عن ابن عمر، مشکوٰۃ: ۴۲۲)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو وہ اس پر ظلم کرے نہ اپنی اعانت سے دست کشی کر کے اس کو ہلاکت کے حوالے کر دے۔ جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا اور جو کسی مسلمان کا غم یا مصیبت دور کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی روز قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل دور کر دے گا۔

اعانت اور حسنِ سلوک کا ایک بہت بڑا حصہ مال میں عائد ہوتا ہے۔ ہر محروم آدمی اس کا مستحق ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے حصہ دیا ہے وہ اس کی مدد کرے۔

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۔ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔

آں حضرتؐ نے اس کو انتہائی بلیغانہ انداز میں یوں پیش فرمایا ہے کہ:

اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عَيَالِهٖ (بیہقی عن عبداللہ، مشکوٰۃ ۴۲۵)

مخلوق خدا کا کنبہ ہیں۔ بس خدا کے نزدیک اس کی مخلوق میں سے محبوب ترین وہ ہے جو اس کے کنبہ سے حسنِ سلوک کرے۔

بھوکوں کو کھانا کھلانے کی قرآن نے انتہائی تاکید کی ہے۔ ابتدائی مکی سورتیں اس سے بھری پڑی ہیں۔ رسول اللہؐ نے مدینے آ کر مسلمانوں کو سب سے پہلے خطبہ میں جن چار امور کی ہدایت کی اور یہ کہا کہ اس کے بعد تم جنت میں داخل ہو سکتے ہو۔ ان میں سے ایک یہ تھی:

وَاَطْعِمُوْا لطَّعَامَ۔ ''اور کھانا کھلاؤ۔'' نیز یہ فرمایا کہ:

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِيْ يَشْبَعُ وَجَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ۔

(بیہقی عن ابن عباس، مشکوٰۃ ص: ۴۲۴)

وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔

ایک شخص نے آپؐ سے اپنی سنگ دلی کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ:

قَالَ اِمْسَحْ رَاسَ الْیَتِیْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْکِیْنَ۔

(روایت احمد عن ابی ہریرہ، مشکوٰۃ ۴۲۵)

یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور مسکین کو کھانا کھلا۔

فریادی کی دادرسی بھی اسی اعانت کا ایک شعبہ ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

مَنْ اَغَاثَ مَلْھُوْفًا کَتَبَ اللّٰہُ ثَلٰثًا وَسَبْعِیْنَ مَغْفِرَۃً وَاحِدَۃٌ مِّنْھَا صَلَاحُ اَمْرِہٖ کُلِّہٖ وَاِثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ لَہٗ دَرَجَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (بیہقی عن انس۔ مشکوٰۃ ۴۲۵)

جس نے کسی فریادی کی دادرسی کی تو اللہ اُس کے لیے تہتر بخششیں لکھ دیتا ہے، اُن میں سے ایک بخشش اس کے تمام کاموں کی اصلاح کی ضامن ہے، بہتر بخششیں قیامت کے دن اس کے درجات بلند کرنے کا سبب بنیں گی۔

کسی حاجت مند کی سفارش کر دینا یا اس کی شفاعت کرنا بھی اعانت کی ایک صورت ہے جو اگر اس کی بھلائی کے لیے ہو، تو خدا نے قرآن میں اس کی تعریف کی ہے۔

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً یَّکُنْ لَّہٗ نَصِیْبٌ مِّنْھَا ۚ (النسآء: ۸۵)

جو نیک بات کی سفارش کرے گا اس کے ثواب میں اس کا حصہ بھی ہوگا۔

رسول اللہؐ خود اپنے اصحاب کو جب کوئی سائل یا حاجت مند آتا تو نصیحت کرتے۔

قَالَ اشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا۔ کہ اس کی سفارش کرو اور ثواب میں حصہ لو۔

اعانت کے مختلف مراحل اور صورتوں کو آپؐ نے ایک دفعہ حضرت ابوذرؓ غفاری سے گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا۔ انھوں نے پوچھا۔ ایمان کے ساتھ عمل بتایئے، فرمایا، ''جو روزی خدا نے دی اس سے دوسروں کو دے۔''

عرض کیا۔ ''اے خدا کے رسولؐ! اگر وہ خود مفلس ہو؟'' فرمایا ''اپنی زبان سے نیک کام کرے۔'' عرض کی۔ ''اگر اس کی زبان معذور ہو؟'' فرمایا ''کمزور کی مدد کرے۔'' عرض کی ''اگر وہ ضعیف ہو، مدد کی قوت نہ ہو۔'' فرمایا۔ ''جس کو کوئی کام کرنا نہ آتا ہو اس کا کام کردے'' عرض کی ''اگر وہ خود ہی ایسا ناکارہ ہو۔'' فرمایا ''اپنی ایذا رسانی سے لوگوں کو بچائے رکھے۔''

(سیرت النبی (۶) ص: ۲۸۸)

اور پھر وہ حدیث بھی دہرا لینے کی ضرورت ہے۔

''جو شخص میری امت میں سے کسی کو دینی و دنیوی حاجت پوری کرے اور اس سے اس کا مقصد صرف اس کو خوش کرنا ہو تو اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا تو اللہ اس کو جنت میں داخل کردے گا۔

اس سلسلہ میں ایک بڑی اچھی روایت اصبہانی کی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کے پاس ایک آدمی آیا اور پوچھا کہ لوگوں میں اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب کون ہے؟ آپؐ نے جواب دیا۔

اَحَبُّ النَّاسُ اِلَی اللّٰہِ اَنْفَعُھُمْ لِلنَّاسِ وَاَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَ جَلَّ سُرُوْرٌ تُدْخِلُہٗ عَلٰی مُسْلِمٍ فَتُکْشِفُ عَنْہُ کُرْبَۃً اَوْ تَقْضِیْ عَنْہُ دَیْنًا اَوْتَطْرُدُ عَنْہُ جُوْعًا وَ لَاَنْ اَمْشِیْ مَعَ اَخٍ فِیْ حَاجَۃٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَعْتَکِفَ فِیْ ھٰذَالْمَسْجِدِ شَھْرًا وَمَنْ کَفَّ غَضَبَہٗ سَتَرَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ وَمَنْ کَظَمَ غَیْظَہٗ وَلَوْشَاءَ اَنْ یُّمْضِیَہٗ اَمْضَاہُ مَلَاءَ ہُ اللّٰہُ قَلْبَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ رِضًا وَمَنْ مَشٰی مَعَ اَخِیْہِ فِیْ حَاجَۃٍ حَتّٰی یَقْضِیَھَا لَہٗ ثَبَّتَ اللّٰہُ قَدَمَیْہِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامِ۔

لوگوں میں اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہے جو انسانوں کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہو اور اعمال میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ تو کسی مسلمان کو خوش کردے اس طرح کہ اس کی مصیبت و مشکل دور کرے یا اس پر سے بھوک کو ہٹا دے

اور یہ امر کہ میں کسی بھائی کے ساتھ اس کی ضرورت پوری کرنے کی خاطر چلوں، مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اس مسجد (نبویؐ) میں ایک مہینہ اعتکاف کروں اور جس نے اپنے غصہ کو پی لیا اگر وہ چاہتا تو اس کو پورا کر لیتا تو اس کے دل کو اللہ قیامت کے روز اپنی رضا سے بھر دے گا اور جو اپنے بھائی کے ساتھ اس کی ضرورت پوری کرنے کی خاطر چلا یہاں تک کہ وہ پوری کر دی تو اللہ اس کے قدموں کو اس دن ثبات بخشے گا جب قدم لڑکھڑا رہے ہوں گے (یعنی قیامت کے دن)۔

۲- دکھ درد میں شرکت

اپنے بھائی کی اعانت اور حاجت روائی اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی اصل بنیاد یہ ہے کہ ایک کا دکھ درد دوسرے کا دکھ درد ہو۔ ایک شخص اگر دوسرے کی تکلیف محسوس کرے تو دوسرا بھی اس کو اتنی ہی شدت سے محسوس کرے اور جس طرح جسم کا ایک عضو دوسرے تمام اعضاء کی تکلیف میں شریک رہتا ہے اسی طرح ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی تکالیف میں شریک رہے۔

رسول اللہؐ نے کئی مثالوں سے اس امر کو واضح کیا۔ مثلاً ایک دفعہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ:

تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَآدِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهْرِ وَالْحُمّٰى۔ (بخاری و مسلم عن نعمان بن بشیر، مشکوٰۃ: ۴۲۲)

تم مومنوں کو باہم رحم دلی، باہم الفت و لگاؤ اور باہم تکلیف کے احساس میں ایسا پاؤ گے جیسے ایک جسم۔ اگر ایک عضو بیمار پڑ جائے تو سارا جسم اس کے بخار اور شب بیداری کے ذریعہ شرکت کرتا ہے۔

اسی طرح ایک روایت میں آپؐ نے اس کی مزید تشریح یوں کی کہ ایک مومن معاشرہ میں ایسا ہوتا ہے جیسے جسم میں سر، جس طرح درد سر کی وجہ سے تمام جسم تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ اسی طرح مومن تمام مومنوں کی تکلیف سے خود تکلیف والم میں مبتلا ہو جاتا ہے ثبت طور پر آپ نے اس کی مثال اس طرح پیش کی: